

'OM' DELHI

DECEMBER-1976

Price Rs. 3-00

انیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک



ابت ماہ دسمبر ۱۹۷۶ء

ت فی پرچہ =/3 روپے
سالانہ چندہ =/28 روپے
پی منگوانے پر =/3 روپے زائد

ی چندہ میں سالنامہ جنوری ۱۹۷۷ء
بھگتی انک قیمت دس ۱۰/ روپے
بھی دیا جائے گا

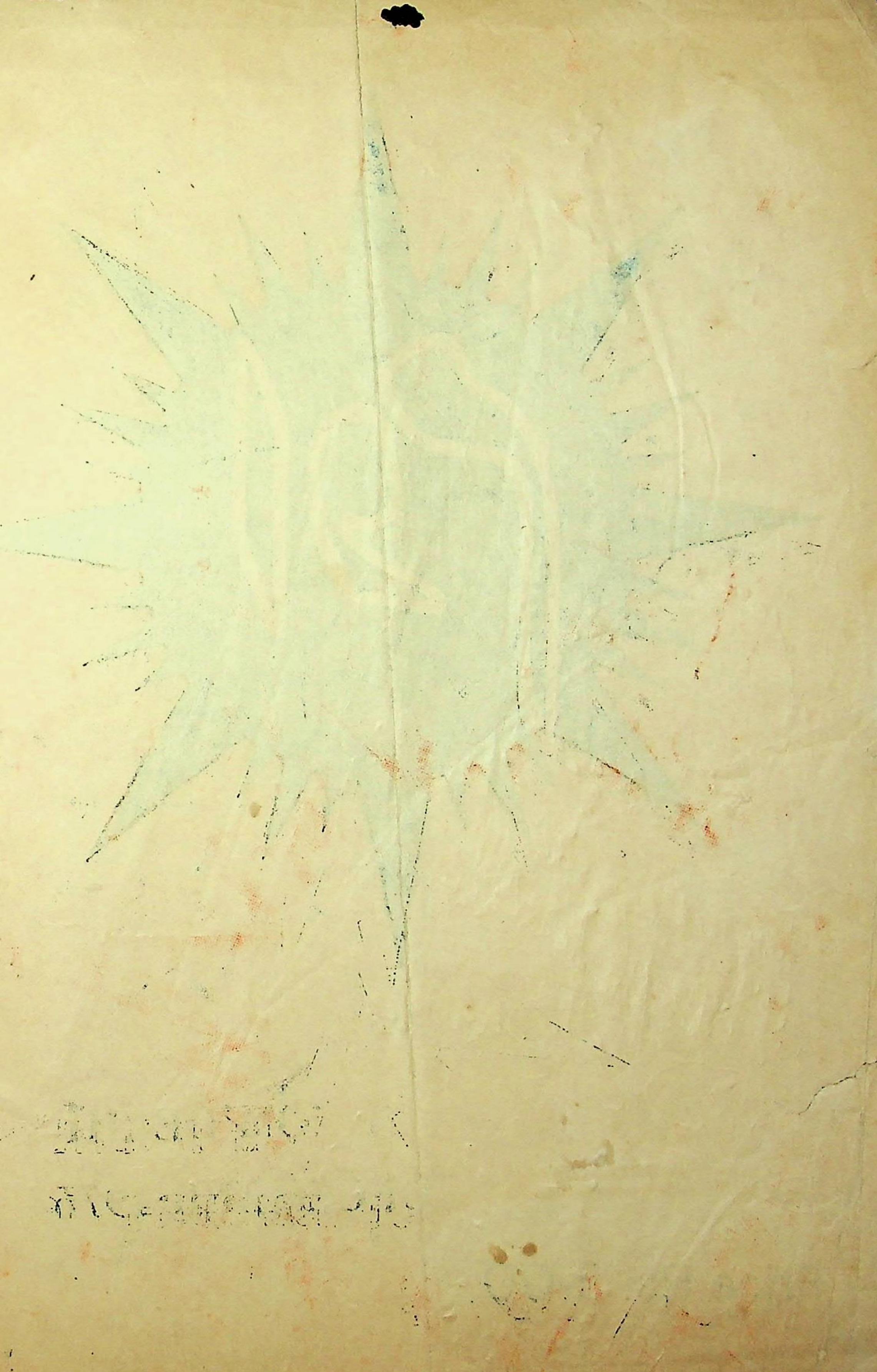
غیر ممالک سے سالانہ چندہ
بذریعہ بحری ڈاک =/100 روپے
بذریعہ ہوائی ڈاک =/150 روپے

چیف ایڈیٹر
گورکھ ناتھ نندہ

ایڈیٹر
برہمانند نندہ

فہرست مضامین

ی برہمانند نندہ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و مالک نے اعلیٰ پرنٹنگ پریس گلی سوداگران بازار بلیماراں دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اندرون بازار اجمیری گیٹ دہلی



ایت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک



بابت ماہ دسمبر ۱۹۷۶ء

یمت فی پرچہ 3/= روپے
سالانہ چندہ 28/= روپے
ی پی منگوانے پر 3/= روپے زائد

ی چندہ میں سالنامہ جنوری ۱۹۷۷ء
بھگتی انک قیمت دس/۱۰ روپے
بھی دیا جائے گا

غیر ممالک سے سالانہ چندہ
بذریعہ بحری ڈاک 100/= روپے
بذریعہ ہوائی ڈاک 150/= روپے

چیف ایڈیٹر
گورکھ ناتھ نندہ

ایڈیٹر
برہمانند نندہ

فہرست مضامین

شری برہمانند نندہ ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و مالک نے اعلیٰ پرنٹنگ پریس گلی سوداگران بازار بلیماران دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اندرون بازار اجمیری گیٹ دہلی

گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کی بانی

ایک مورت انیک درشن کین روپ انیک
کھیل کھیل اکھیل کھیلن انت کو پھر ایک

(جاپ صاحب پادشاہی دسویں)

راگ سورٹھی پادشاہی دسویں

(شبد ہزارے)

پربھ جو تو کو لاج ہماری ۔ نیل کنٹھ نرہری نارائن ۔ نیل بسن بنواری
پرم پرکھ پرمیشور سوامی ۔ پاون پون آہاری
مادھو مہا جوت مدھو مردن ۔ مان مکند مراری
نروکار نرجر ندرا بن ۔ نربکھ نرک نواری
کرپا سندھ کال ترے درسی ۔ کوکرت پرناسن ہاری
دھنر پان دھرت بان دھر دھر ۔ ان وکار اسی دھاری
ہو وستی مند چرن سرناگتی ۔ کرگہی لے ہو اُباری

ضروری نویدن

اُوم کے خریدار صاحبان توجہ دیں

۱۔ جن اصحاب کے سابقہ چندہ کی میعاد ۳۱ دسمبر ۱۹۷۶ء یعنی سالنامہ "بھکتی انک ۱۹۷۷ء" کے شائع ہونے سے پیشتر ختم ہوتی ہے۔ اُن کی سیوا میں چھپی ہوئی چٹھی (اطلاع میعاد خریداری ختم) ماہ نومبر میں بھیجی جا چکی ہے۔ وہ کرپا کر کے اپنا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد از جلد بھجوا دیں۔ منی آرڈر بہر صورت ۵ دسمبر ۱۹۷۶ء سے پیشتر کرا دینا ضروری ہے، تاکہ سالنامہ کے شائع ہونے سے پہلے ہمیں مل جاوے۔ اور ہمیں وی۔پی نہ کرانا پڑے۔ ——— سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر اٹھائیس ۲۸ روپے مقرر ہے۔ لیکن وی۔پی منگوانے پر تین ۳ روپے زائد ہیں۔ ہر ایک خریدار کو اس رعایت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

۲۔ جن اصحاب کا چندہ ہمیں ۱۰ دسمبر تک نہ ملے گا۔ اُن کی سیوا میں "بھکتی انک" بذریعہ وی۔پی ارسال کیا جاوے گا۔ ممکن ہے کہ کچھ اصحاب کا منی آرڈر ہمیں دیر سے ملے، اور ہم سالنامہ وی۔پی کر چکے ہوں۔ ایسی صورت میں وی۔پی وصول کر لینا ہی مناسب ہے۔ تاکہ یہ دس روپے کی قیمتی پستک محفوظ مل جاوے۔ ہم منی آرڈر کی دوبارہ وصول شدہ رقم واپس کر دیں گے۔ اطمینان فرما دیں۔

۳۔ منی آرڈر بھیجتے وقت منی آرڈر کوپن پر اپنا نام اور پورا پتہ خوشخط اُردو، انگریزی دونوں زبانوں میں لکھ دیویں۔ اور اپنا خریداری نمبر بھی ضرور لکھیں، اگر خریداری نمبر یاد نہ ہو، تو یہ ضرور لکھیں کہ "میں پرانا خریدار ہوں"۔ ورنہ غلطی سے دوبارہ وی۔پی ہو جائے گا۔ اور اگر نئے خریدار ہیں تو یہ ضرور لکھیں کہ "میں نیا خریدار ہوں"۔ منی آرڈر رسالہ "اُوم" دِلّی کے نام پر بھیجیں۔

کسی ذاتی نام پر ہرگز ارسال نہ کریں۔ اگر دِلّی کا چیک بھیجنا ہو، یا بنک ڈرافٹ بھیجنا ہو، تو اوم دِلّی (THE OM DELHI) کے نام بھیجیں۔ دِلّی کے باہر کا چیک ارسال نہ کریں یا چار (۴) روپے بنک کمیشن علاوہ چندہ میں شامل کریں۔ منی آرڈر بھیجنے میں آسانی اور بچت رہتی ہے۔

۴۔ سالنامہ "**بھگتی انک**" بابت جنوری اور فروری ۷۷ ۱۹ء دو (۲) ماہ کا مشترکہ پرچہ ہوگا۔ ماہ فروری میں کوئی علیحدہ پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ بھگتی انک مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۷۶ء کو نہایت پابندیٔ وقت کے ساتھ شائع ہو جاوے گا۔ اگر آپ کو وقت پر نہ ملے تو دس تاریخ کے بعد اور پندرہ (۱۵) جنوری ۷۷ ۱۹ء سے پیشتر ہمیں مطلع کر دیں۔ ہم دوبارہ پرچہ مفت بذریعہ رجسٹری اڑھائی روپے ڈاک خرچ کے لئے وی۔پی بھیج دیں گے۔

جن اصحاب کی شکایت ۲۰ جنوری ۷۷ ۱۹ء یا ---- ۲۵ جنوری ۷۷ ۱۹ء کے بعد ملے گی اُن کو یہ سالنامہ قیمتاً ہی مل سکے گا۔ اس لئے برائے مہربانی پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۲۰ یا ۲۵ جنوری تک دے دینا ضروری سمجھیں، تاکہ بعد میں آپ کو مایوس نہ ہونا پڑے، اور خواہ مخواہ کی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

۵۔ جو سجن کسی وجہ سے آئندہ خریدار نہ رہنا چاہتے ہوں، وہ برائے مہربانی ہمیں بذریعہ پوسٹ کارڈ فوراً مطلع کر دیں۔ تاکہ نئے سال کا سالنامہ اُن کو وی۔پی نہ بھیجا جاوے۔

۶۔ پتہ تبدیلی کی اطلاع ۲۰ دسمبر سے پیشتر ہمیں مل جانی چاہیئے۔ ورنہ پرچہ کی گمشدگی کے ہم ذمّہ وار نہ ہوں گے۔

"مینیجر"

خریداری نمبر :—

(۱) پتہ والی چِٹ پر خریداری نمبر درج ہوتا ہے۔

(۲) نیا چندہ وصول ہونے پر اور پتہ تبدیل کرانے پر نمبر خریداری بدل جاتا ہے۔

(۳) خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر بھیجتے وقت اس نمبر کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے۔

"مینیجر"

شنکا سماَدھان

مَن

شنکا:- اِس شریر کے اندر جو مَن ہے، جس کو ہم لوگ نفس یا MIND کہتے ہیں۔ وہ کیا چیز ہے۔ یہ مَن بڑا چنچل ہے۔ اِس کو قابو کرنے کا اُپائے بتلا دیں۔

رام رتن کپور۔ ڈہنگام ضلع ہوشیارپور

خریدار نمبر ۹۷۷۸

اُتر:- استھول شریر (ہڈ ماس ناڑی توچا) کے اندر سوکھشم شریر ہے۔ پانچ گیان اِندریاں، پانچ کرم اِندریاں، پانچ پران اور چار اَنتہ کرن ——— اِن تمام کے مجموعہ کو سوکھشم شریر کہتے ہیں۔ پانچ گیان اِندریاں اور مَن مل کر منومے کوش کہلاتا ہے۔ اِندریوں کا راجہ مَن ہے۔ مَن کے بغیر اِندریاں کوئی کام نہیں کرتیں۔ اگر مَن غیر حاضر ہو، تو اِندریوں کا کیا ہُوا، کوئی کاریہ سدھ نہیں ہوتا۔ جیسے سمندر میں لہریں اُٹھتی ہیں۔ اِسی طرح ہمارے آتم سروپ میں خیالات کی لہریں اُٹھتی ہیں، اور اِس کا نام ہم مَن رکھ دیتے ہیں۔

یہ تمام درشیہ ماتر سنسار مَن کا ہی کاریہ ہے۔ اِسی لئے ویدانت والے باہر کے سنسار کو سوپن کی طرح متھیا کہتے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ باہر دکھائی دینے والا نام رُوپ سنسار ست ہو، تو یہ سوشپتی اوستھا اور سمادھی اوستھا میں بھی دِکھائی دینا چاہیئے۔ اِس لئے داناؤں نے یہ نتیجہ نکالا ہے، کہ یہ سنسار سوپن کی طرح متھیا ہے۔ اور منومے ہے۔ مَن جب اپنے آتم سروپ سے اپنی برتیوں کو ہٹا کر باہر مکھی ہوتا ہے۔ تب ہی یہ سنسار پرتیت ہوتا ہے۔ گویا ہمارا یہ مَن ہی اِس سنسار کو پیدا کرنے والا اور ناش کرنے والا ہے۔ مَن ہی ہمارے موکھش کا کارن ہے اور مَن ہی بندھن کا کارن ہے۔ مَن چنتا منی ہے۔ جو اور جیسا یہ چنتن کرتا ہے۔ ویسا ہی انسان بن جاتا ہے۔ یہ اپنے سنکلپ سے ہی راجہ بن جاتا ہے، اور اپنے سنکلپ سے ہی رنک (فقیر) بن جاتا ہے۔ مہاتما شہنشاہ جی مہاراج فرماتے ہیں۔ سہ

یہ مَن چنتا منی تھا۔ اِس سے جو چاہتا سو پالیتا
بنتا تھا شاہنشاہ تُونے۔ بنا ہے رنک بے چارہ

یہ مَن ہی اپنا متر ہے، اور مَن ہی اپنا شترو ہے۔ یہی مَن جب اِندریوں دوارہ وشیوں کا آنند لیتا ہے، تو یہ پُرش راگ رُوپی رسّی میں بندھ جاتا ہے۔

وُہی مَن جب اِندریوں کے وشیوں سے اُپرام ہو جاتا ہے، تب یہی مکتی کا ہیتو بن جاتا ہے۔ مَن جب وشیوں میں آسکت ہو جاتا ہے، تب یہ ہمارا دُشمن تصوّر کیا جاتا ہے، اور جب یہ وویک اور ویراگ دوارہ وشیوں کا تیاگ کر دیتا ہے۔ تب یہی ہمارا متر سمجھا جاتا ہے۔ اِسی لئے اِس جیو کے بندھن اور

موکھش کا کارن مَن ہی ہے۔ رجوگُن اَور تموگُن سے ملین ہُوا یہ بندھن کا ہیتو ہے، اَور اِن دونوں سے رہت ہوکر ستوگُن کے ساتھ تعلق پَیدا کرکے موکھش گامی ہوتا ہے۔ گویا منش کے بندھ اَور موکش میں مَن ہی کارن ہے۔ جس منش میں رجوگُن پردھان ہوتا ہے، وہ اپنی واسناؤں دوارہ دُنیاوی اُلجھنوں میں جکڑا رہتا ہے۔ اَور اُس کا مَن چنچل ہو جاتا ہے۔ اَور مَن میں کرتا پن کا ابھیمان بھی آجاتا ہے۔ اَور اہنکار آجانے سے اُس کا پتن ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ پرمارتھ (موکھش) کے راستے سے گُمراہ ہو جاتا ہے۔ اُس کی ایک واسنا ختم ہوتی نہیں کہ دُوسری کھڑی ہو جاتی ہے۔ واسناؤں کا کہیں اختتام نہ ہونے پر نہ اُس کو سُکھ مِلتا ہے اَور نہ ہی شانتی کی پراپتی ہوتی ہے، اَور اِسی طرح اُن واسناؤں دوارہ اُس کا دُوسرا جنم ہوتا ہے، اَور جیو آواگون کے چکر میں پڑا ٹھوکریں کھاتا ہے۔

جب مَن تموگُن اَور رجوگُن کا تیاگ کرکے ستوگُن میں پرورِت ہوتا ہے۔ تب اِس میں وویک اَور ویراگ اُتپن ہوتے ہیں۔ سنسار کے پدارتھوں میں دوکش درشٹی ہو جاتی ہے۔ ویراگ سے ست سنگ اَور ست شاستر کا وچار پراپت ہوتا ہے۔

ست سنگ سے اَور آتم وچار سے نیز ایشور بھگتی سے یہ مَن شُدھ ہو جاتا ہے۔ مَن میں تین دوش ہیں مَل وِکھشیپ اَور آورن۔ سندھیا، ہون، گائتری اَور شاستر کے مُطابق دیگر شُبھ کرم کرنے سے مَن کا مَل دوش یعنی جنم جنمانتروں کے بُرے سنسکار دُور ہوتے ہیں۔ ایشور بھگتی اَور یوگ آسن پرانا یام سے اِس کا وِکھشیپ دوکش دُور ہو جاتا ہے۔ اَور برہم گیان کے شروَن، منن اَور ندھیاسن سے اِس کا آورن دوکش دُور ہو جاتا ہے۔ اِس لئے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا مَن شُدھ اَور پوِتر ہوکر مُکتی کو پراپت کرے، تو ہمیں وید شاستروں کے بتائے ہُوئے راستے پر گامزن ہوکر اَور گُورو دوارہ آتم گیان حاصل کرنے کا پریتن کرنا چاہیئے۔ ست سنگ اَور ست شاستر کا وِچار ہی مَن کو قابُو میں کرنے کا بہترین علاج ہے ٭ ——— (ہری اُوم تت سَت)

گُورباݨی

——— آسا محلہ ۵ ———

بھئی پراپت مانکھ کی ہُریا　　گوبند ملن کی ایہہ تیری بریا
اَور کاج تیرے کِتے نہ کام　　مل سادھ سنگت بھج کیول نام
جپ تپ سنجم دھرم نہ کمایا　　سیوا سادھ نہ جانیا ہر رایا
کہو نانک ہم نیچ کرما!
سرن پڑے کی راکھو سرما

ایک اونکار ست گور پرساد

گورو نانک نرنکاری کے جنم دن پر شردھا کے پھول

نرنکاری سندیش

از قلم: سنت نارائن سنگھ جی

شری گورو نانک دیو جی کے جیون چرتر سے ہمارے ملک میں کیا ہندو کیا مسلمان سبھی لوگ واقف ہیں۔ آج ہم شری گورو دیو کے پیغام پر جو انہوں نے آکر دنیا کے لوگوں کو سنایا وچار کرتے ہیں۔ جس وقت گورو جی نے اپنے مشن کا یہ پرچار شروع کیا۔ دو مذہب ہندو اور مسلمان ہندوستان میں موجود تھے۔ اس لئے گورو جی اپنے کلام میں دونوں کی طرف اشارہ کر کے اُپدیش کرتے ہیں :-

ا۔ عجیب زمانہ

عجیب زمانہ آیا رب نہ مانے کوئے ۔ کوڑی اُوپر ویچدے اگوں لئی نہ کوئے

ہندو جنیؤ دھارن کرتے ہیں، مگر سُوت کی خوبیوں سے بے خبر ہیں۔ دیا (رحم) سنتوکھ (قناعت) جَت (عفت) سَت (راستی) کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ مسلمان پانچ وقت نماز ادا کرتے ہیں، مگر سچ (راست گفتاری) حلال، نیکی، صفائے نیت، مہر (محبت) صدق کو ترک کر بیٹھے ہیں۔ مندروں اور مسجدوں میں حق کی تعلیم نظر نہیں آتی۔ مسلمان ہندوؤں کو کافر کہتے ہیں۔ ہندو مسلمانوں کو ملیچھ کہتے ہیں۔ ایک دوسرے سے نفرت رکھتے ہیں۔ مسلمان کلمہ پڑھ کر بہشت کی اُمیدیں لگائے بیٹھے ہیں، اور ہندو سورگ میں پہنچنے کا سامان سوچ رہے ہیں۔ مگر محض پڑھنے سُننے سے کوئی انسان بہشت میں نہیں جا سکتا۔ سہ

"گلی بہشت نہ جائیے چھُٹے سچ کمائے"

باتیں (کلام) پڑھنے یا سُننے سے بہشت نصیب نہیں ہوتا۔ جب تک بدی سے نجات نہ پائے اور بدی سے نجات سچ (راستی) پر عمل کرنے سے آتی ہے۔ گورو جی نے فرمایا :- سہ

"ا بیتے پکیے سو جائے سنجانے۔ ہور پھکڑ ہندو مسلمانے"

کہ "اسی دنیا میں نجات پیدا کرو" نجات اپنے عملوں سے ہوتی ہے۔ اپنے اعمال درست کرو۔ مالکِ کُل نے عدل کا میزان مقرر کیا ہے۔ جس کے مطابق ہر انسان کے اعمال کی پڑتال کی جاتی ہے۔ نیک اعمال والوں پر اُس کا فضل آتا ہے۔ جس طرح بادشاہ بھی فرمانبردار کارکن خادم پر فیض کی بخشش

کیا کرتے ہیں۔ نجات فضل ربی سے حاصل ہوا کرتی ہے۔ اور فضل خدائی احکام کی پابندی سے نازل ہوتا ہے۔ سے

حکم منئے ہوئے پروان تاں خصمے کا محل پایئے
خصمے بھاوے سو کرے منوں چندیا سو پھل پایئے

جو انسان حکم خدائی کا پابند ہوتا ہے، وہی اس کی درگاہ میں قبول ہوتا ہے اور سر درِ دیدار ربی سے فیضیاب ہوتا ہے۔ اس کی رضا کو تسلیم کرنے سے منہ مانگی مراد بر آتی ہے۔

۲۔ دھرم پستکوں کا پڑھنا

گورو جی نے شاستر پڑھنے کو برا نہیں کہا۔ شاستر بھلے برے کرموں کا ببیک (وچار) سکھلاتا ہے۔ مگر جن لوگوں نے دھرم شاستر کی تعلیم حاصل کرکے اپنے علم کو دنیاوی اغراض پورا کرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ جو بغض، حسد، کینہ، انتقام، بخل، ریا، خوشامد، بےوفائی، کذب، الفت، کبر، کام (شہوت) کرودھ (خشم)، لوبھ (طمع) موہ (گرفتاری) اہنکار (انانیت) تلخ گوئی، غیبت وغیرہ اوصاف شیطانی سے موصوف، مہاتما یا لیڈر بننا چاہتے ہیں۔ انہیں مخاطب ہوکر بآواز بلند فرمایا۔ سے

"پڑھیئے جیتی آرجا، پڑھیئے جیتے ساس ؛ نانک لیکھے اک گل ہور ہومے جھکناں جھاکھ"

چاہے ساری عمر شاستر پڑھتا رہے، ایک سوانس بھی ضائع نہ کرے، تو بھی اک بات پر فیصلہ ہے۔ وہ یہ کہ "انسان کی روحانی ترقی یا تنزل اس کے اعمال پر منحصر ہے"۔ باقی سب خودی کی لافیں ہیں۔

سے بید کتیب سمرت سبھ ساست ؛ ان پڑھیاں مکت نہ ہوئے

بید۔ قرآن وغیرہ کتب کے پڑھنے سے نجات نہیں ہے۔ "عملاں اوپر جے کو کہے کہائے"۔ فیصلہ اعمال پر ہوگا۔ جو شخص عالم ہوکر علم کی روشنی میں جاہلوں کی نسبت زیادہ گناہ درپردہ کرتا ہے۔ اس پر دھرم شاستر لعنت بھیجتا ہے۔ بدکردار عالم کی طرف کلام مخاطب ہوکر کہتا ہے۔ "اے بندے! تو نے پاک کلام کو پڑھ کر کیا سنوارا۔ خالق کا خوف تیرے دل میں پیدا نہ ہوا، اور نہ ہی بےکس عاجزوں پر رحم تیرے دل میں آیا۔ شہوت، غصہ کو تو نے نہ چھوڑا، اور نہ ہی طمع زر سے مخلصی پائی۔ مال حرام کو جمع رکھنے پر آمادہ رہا۔ دوسرے بھائیوں کی نندا (عیب جوئی) کرتے تو نے اپنے اعمال کی طرف غور نہ کیا۔ اے بھائی، بیتا تو سہی۔ درگاہ ربی میں تو کون سا منہ لے کر جائے گا۔ مکہ شریف کے قاضی رکن دین کو گورو نے فرمایا۔ نانک درویش درگاہ ربی سے حکم لے کر آیا ہے۔ "اب اس آخری کل یگ (زمانے) میں پڑھنے سننے کا ثواب نہیں ہے۔ عمل کرنے کا ثواب ہے"۔ بغیر نیک اعمال اور بندگی سے خلاصی نہیں ہو سکتی۔

۳۔ میزان عدل

خدا واحد لاشریک ہے۔ لاکھوں اوتار اور پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ اس کی ذات کو کوئی تحقیق نہ کر سکا۔

وہ اللہ قادرِ مطلق ہے۔ اس کی قدرت سے کئی رسول اور اوتار پیدا ہوتے ہیں۔ مرنے کے بعد سوائے خُدا کے کوئی قاضی یا مفتی نہیں ہوگا۔ شکایت کسی کی سُنی نہ جائے گی۔ اللہ مالک خود ہی عدل کی کُرسی پر بیٹھے گا، اور بغیر کسی غیر کے مشورہ کے سزا یا جزا دے گا۔ گنہگاروں کو طلب کیا جاوے گا۔ اور دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ نیک کاروں کی عزّت افزائی ہوگی، اور وہ خُدا کی بادشاہت میں سرُور ابدی کے مستحق ہوں گے۔" گوُرو واک ہے

ہانڈی چاہڑ جلاسئی آپ سُنیارا رب　　　　کھوٹے بھیسن کھاکڑی۔ قائم کھرے قطب
صریاں لگسن کھوٹیاں پر کھوٹے کسے نہ کم　　　　صاحب اُوسے پرکھسی جوسے صرافاں دم
تد قاضی مُفتی کو نہیں کاقی آپ اللہ　　　　بغیر حساب نہ ہوسیا رباتی درگاہ!

۴۔ دوزخ کن لوگوں سے پُر ہوتا ہے!

چور، اُچکے، لالچی، حرام خور، بدراہ　　　　ٹھگ۔ باٹ پارے، راہزن، لا اعتباری کھاہ
بے اُستاد، بے مُرشداں اِنہاں جلدی بہت سزا　　　　لُون حرامی۔ کرت گھن تاں اِہ لگے کرن کُہاہ
کٹنیاں تے لولیاں۔ اِنہاں رُوحاں وڈی سزائے　　　　کر کے زور غریب پر مایا لین چھپائے
رکھ پرائی امانتی جد منگے مُکر جائے　　　　کھس لین پرائی زمین نوں وے وڈھی سچا کہائے
کر کے لیکھا کوڑ دا لیندے درب بُھلائے　　　　انہاں قوماں ضامن کو نہیں تار اُتے دین چڑھائے

ان لوگوں نے اس دُنیا کو دوزخ بنا رکھا ہے۔ چونکہ دُوسرے لوگوں کو ان کے گُناہوں سے دُکھ پہنچتا ہے۔ اس لئے خود بھی وہ اپنے اعمال کی سزا بھگتتے ہیں۔ دوزخ کی آگ انہیں لوگوں کی ہڈیوں سے روشن ہوتی ہے۔

۵۔ گُناہِ عظیم

گنہگار کئی قسم کے ہیں۔ اُوتم، مدھم، ہتیا۔ گُناہِ عظیم۔ چھ طرح کا کہا گیا ہے۔ کُل گھات، گئو کشی، دختر کشی قرضخواہ کا قتل، عابد کا قتل، وشواس گھات (دوست بن کر دشمن ہونا)

درگاہِ ربّی کے بھید جاننے والوں نے فیصلہ سُنایا ہے کہ ۹۶ کروڑ معمولی قسم کے گُناہ مل کر ایک ہتیا بناتے ہیں۔ اپنے اِشٹ گورُو سے مُنہ پھیر کر بے مُکھ ہونے والا چھ ہتیا کا بھاگی ہوتا ہے۔ جو اِنسان اپنے والدین کی بے عزّتی کرتا یا انہیں بدنی سزا دیتا ہے، یا جو دوست نما دُشمن شخص ہے۔ اُسے ایک کروڑ ہتیا لگتی ہے۔ اسی طرح جو احسان فراموشی کا مجرم ہے۔ اُسے بھی ایک کروڑ ہتیا کی سزا ملتی ہے۔ مہاں پاتکی (مہاں ہتیارا) وہ ہے۔ جو غیر کی عورت سے بدفعلی کا جُرم کرتا ہے۔ لیکن وہ پاپی جو بغیر کسی کے فعل دیکھنے کے ادرشٹ (جھوٹا الزام) کسی بھائی کے خلاف لگاتا ہے۔ ان اُوپر کہے گئے گنہگاروں سے بُرا ہے۔

"سایاں نِندک نہ مرے نہ جیوے برس اپار سُبھ پاپی کا پھیریا نِندک کے سر بھار"

روشنی ہاتھ میں لے کر ہم کانٹوں سے بچ سکتے ہیں۔ مگر تی زمانہ ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ لیکچر بازی بہت کچھ کرتے ہیں، مگر گناہوں کی پڑتال نہیں کرتے۔ دھرم شاستر پڑھنے پر ہی سادھن ختم نہیں ہو جاتا۔ شاستر ہمیں آتمک روگوں کا علاج بتاتا ہے۔ شاستر پڑھ کر نسخہ کے صحیح اجزاء ملا کر ترکیب مقررہ سے دوائی تیار کرنا، اور پھر اُسے مناسب پرہیز اور خوراک کے ساتھ استعمال کرنے سے خون صالح پیدا کر کے بیماری سے شفا کا انتظار کر کے صحت کا آرام و سرور حاصل کرنا، درجہ بدرجہ ہمیں نجات کے قریب لاتا ہے۔ محض پڑھنے (علم) کے بھروسہ پر گناہ عظیم کا ارتکاب عام اس زمانہ میں دیکھنے میں آیا ہے۔ خصوصاً احسان فراموشی پڑھے لکھے لوگ معمولی گناہ سمجھتے ہیں۔ یقیناً احسان فراموش انسان کروڑوں سال کتابیں پڑھ کر (اہم برہم اسمی) میں ہی برہم (خدا) ہوں۔ ایسا گمان رکھتے ہیں۔ مگر قانونِ قدرت کے خلاف کسی بشر کو قدم اُٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی ہے۔ چیل پرندہ آسمان میں اُڑتا ہے۔ مگر جونہی مانس یا ہڈی دیکھتا ہے نیچے کو گرتا ہے۔ ایسے ہی پڑھے لکھے لوگ کتابیں پڑھ کر آسمان میں "میں خدا ہوں" کے خیال کے پروں پر اُڑتے ہیں۔ مگر جہاں فانی حسن کی جھلک پڑتی ہے۔ شہوت سے مغلوب ہوتے ہیں، اور جہاں ان سے کسی صادق انسان کا رائے اختلاف ہوتا ہے۔ اس کے خلاف جھوٹے الزام لگاتے ہیں۔ ایسے ناپاک انسان دوسروں کا پشٹا (فضلہ) کھانے والے آخر دوزخ میں جلتے ہیں۔ اس کلجگ میں پڑھنے سننے کا شور و غل بہت سنائی دیتا ہے۔ مگر عمل میں لوگ کچے ہیں۔ انسان سے خدا ہونا فنا کا درجہ ہے۔ فنا سے مراد ترک خودی ہے۔ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں۔ اپنا تن، من، دھن، مال و دولت، اولاد، عزت و قرب سب کچھ راہِ مولا پر قربان کر دینا۔ اس قربانی کے خیال کو بھی ترک کرنا، "ترکِ دنیا، ترکِ عقبےٰ، ترکِ مولا، ترکِ ترک (ترکِ مولا سے مراد یہ ہے کہ مولا کے تصور میں فقیر فنا ہو جاتا ہے۔ تصور کرنے والے کے مٹ جانے سے مولا کے تصور کا خیال بھی مٹ جاتا ہے) قربانی محبت کا عملی پہلو ہے۔ دوائی کی قیمت دے کر اس کے استعمال سے شفا ہوا کرتی ہے۔ محض دوا کی صفت پڑھنے سے بیماری کی تکلیف دور نہیں ہو سکتی، ہلاکت سے انسان بچ نہیں سکتا۔ پڑھا لکھا انسان جب کبھی صحت بدنی کے اصولوں کے خلاف چلتا ہے، تو بیمار ہو کر ہلاک ہوتا ہے۔ اسی طرح روحانی صحت کے اصولوں کو کچلنے والے کو سزا ملتی ہے۔ پڑھائی اُس وقت کام نہیں آتی۔

پڑھن قرآن پران بہ بھید نہ پاوے کوئے ۔ چار کتیباں، بید چار پڑھ گڑھ چلے روئے
پڑھیا نہ پاوے بھید کہو بُجھیا سوئی پائے ۔ جن بُجھیا تن سُوجھیا سا چا ایک خدائے

شریر روپی کھیت میں جیسا بویا جاتا ہے، ویسا ہی پھل وقت مقررہ کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔

جیہا بیجے سو لُنے، جو کھٹے سو کھائے ، عملی آپو اپنی لیکھے بلے سزائے

۶۔ دھرم کا سار راستی ہے

ویدوں اور کتیبوں میں خُدا کا نام ست (حق) کہا گیا ہے۔ خُدا واحد سچ ہے۔ آد سچ۔ جُگاد سچ۔ ہے بھی سچ۔ نانک ہوسی بھی سچ۔ اُس کے ملنے کا راستہ بھی واحد ہے۔ سچائی (راستی) سے بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوتا ہے۔ شریعت راستی ہے، عبادت راستی ہے، ریاضت راستی ہے، نماز راستی ہے، پُوجا سچائی ہے۔ مرنے کے بعد مددگار سچائی ہے۔ سچائی سے ہی خُدا کا دیدار ہوتا ہے۔ راستی ایمان ہے۔ راستی کے برابر کوئی رفیق دُنیا اور عقبےٰ میں نہیں ہے۔ ع

سچی شریعت بندگی سچی سُنت ایہہ ۔۔۔ سچ دیدار خدائے دا سچ نماز کرے
سچ برابر نہ یار کوجیہڑا ویوے خُدا ملائے ۔۔۔ ہندو مسلمان دا دعوے دے اُٹھائے

جو لوگ دُنیا کے جھُوٹے بندوں سے دھرم یعنی راستی کو تلانجلی دے کر دوستی رکھتے ہیں اور خُدا کے سچائی پسند بندوں سے دُشمنی۔ انہیں چاہیئے کہ راستی سے دوستی کریں۔ راستی (حق پسندی) انہیں حق تعالیٰ کے پاس لے جائے گی۔ راستباز اِنسان کو دُنیا میں کسی کا ڈر ہے، نہ مرنے کے بعد دوزخ کا خطرہ ہے۔ جو شخص سچائی کی طاقت پر بھروسہ نہیں رکھتا، نہ ہی حق تعالےٰ پر جو کہ حق پسند آدمی کا سچا رفیق ہے۔ یقین رکھتا ہے۔ صریحاً روز روشن کی مانند چمکتی ہُوئی سچائی کو پیٹھ دے کر دُنیا داروں سے جو کہ سچائی کا خُون کرنے والے ہیں۔ اپنے بچاؤ کی خاطر پناہ مانگتا ہے۔ اُسے چاہیئے کہ اپنے خُدا سے مدد مانگے، اور سچائی پر چلتا ہُوا نفع نقصان کو حق پر چھوڑ دیوے۔ سچائی کی راہ پر بعض اوقات دُنیاوی لوگوں سے تکلیفیں پہنچتی ہیں۔ مگر وہ تکلیفیں آخر میں راحت کا موجب ہوتی ہیں، اور دُنیا داروں کی مدد سے جو نفع پہنچتا ہے۔ وہ نتیجہ میں ہمیں اپنے خُدا سے دُور کرتا ہے۔

سچیاں کوئی نہ چھُپی جوڑنے سچ نال۔ جناں کُوڑ کمایا تناں وڈے جنجال

۷۔ مال حرام

حق پرایا نانکا اُس سُور اُس گائے۔ گُرپیر حاماں تاں بھرے جے مُردار نہ کھائے

جو لوگ بیگانہ مال کھاتے ہیں، نہ وہ ہندو ہیں نہ مُسلمان، نہ سِکھ نہ عیسائی۔ اُن کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ خُدائی احکام کا پہلا فقرہ یہی ہے کہ مالِ حرام سے بچے۔ ورنہ تمام پاٹھ پُوجا، نماز روزہ کبھی کام نہ آئے گا۔ ایسی عیش کی زندگی پر لعنت ہے، جس سے سزا ملنے کا خوف ہو، مال بیگانہ کھانے والے ہاتھی گھوڑے، اُونٹ، گدھے، بیل بن کر اپنا قرضہ اُتارنے کے لئے جُونوں میں آتے ہیں۔ قرضخواہ قرضہ نہیں چھوڑینگے۔ جن پر ظلم کیا جاتا ہے، وہی آئیندہ اُن پر سختی کریں گے اور انہیں پرندے ہو کر اُن کے

جال میں پھنسا ہوگا۔ جیسا کسی نے بیج اِس جنم میں بویا ہے۔ ویسا ہی پھل آنے والی زندگی میں کاٹے گا۔ سچی عبادت کا پہلا رُکن یہ ہے کہ اپنی روزی ایمانداری سے کمائے۔ یہی سچّی طہارت ہے۔ جس سے اِنسان کا دِل پاک ہوتا ہے۔ مال حرام کھانے والے دوزخی ہیں۔ بہشت میں بے ایمانوں کی کوئی جگہ نہیں۔

کروہ مُشقت زِندُدی سیس اُٹھاوہ بھار، نکھ مُکھ پوے پسینڑا سوئی کرو آہار

انجیل میں آیت ہے —— TO THE SWEAT OF THY FACE THOU SHALT EAT THY BREAD

تم اپنی روزی گاڑھے پسینے سے کما کر کھاؤ۔

واہ گورُو —— واہ گورُو

از قلم خوش خیالی جناب ابوالمعالی ایم۔ بی فدا خلیق لاآبالی

نام ہو لب پہ رواں واہ گورُو واہ گورُو
دوستو راہِ طریقت میں بھٹکتے نہ پھرو
بارِ عصیاں سے سبکدوش نہیں ہوتا ہوں
پردۂ دل میں کہیں نُور نہاں رہتا ہے
اَبرِ رحمت ترا جس باغ میں چھا جاتا ہے
عرصۂ جنگ میں دُشمن پہ ظفر پاتے ہیں
تیرے ہی نُور کا ہے شمس و قمر میں جلوہ
راہبرِ راہِ حقیقت ہے تمہارا جلوہ
اپنی رحمت سے میرے دَرد کا درماں کرنا

ہر گھڑی وِردِ زباں واہ گورُو واہ گورُو!
ہے حقیقت کا نشاں واہ گورُو واہ گورُو
ہے بہت بارِ گراں واہ گورُو واہ گورُو
ذرّے ذرّے میں عیاں واہ گورُو واہ گورُو
بھاگ جاتی ہے خزاں واہ گورُو واہ گورُو
جبکہ کہتے ہیں جواں واہ گورُو واہ گورُو
تجھ سے روشن ہے جہاں واہ گورُو واہ گورُو
شمعِ کون و مکاں واہ گورُو واہ گورُو
واقفِ دردِ نہاں واہ گورُو واہ گورُو

فیض پاتا ہے جو نانک کی زیارت سے خلیق
سب سے کرتا ہے بیاں واہ گورُو واہ گورُو

دھنی اور کنگال

دھنی ہونا قدرتاً سب کو مرغوب ہے۔ کنگال ہونا کسی کو پسند نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو ایک زندگی ہماری مختلف صورتوں میں نمودار ہو رہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں۔ دولت مندی اس زندگی کا اقرار و اعلان ہے۔ افلاس اس سے انکار و کفران ہے۔

مگر دنیا میں دولت مندی اور افلاس کے متعلق بالکل غلط خیالات پھیل رہے ہیں۔ دولت کو مقبوضات (زر۔ مکان۔ زمین وغیرہ) سے پایا جاتا ہے۔ اور غریبی کو ان کی کمی یا عدم موجودگی سے۔ وہی لوگ دولت مند شمار ہوتے ہیں۔ جن کا روپیہ بنکوں میں جمع ہے۔ جن کے پاس ایک سے زیادہ مکانات ہیں۔ ضرورت سے زیادہ عیش و عشرت کے سامان ہیں۔ جن کے قبضے میں اراضی اور ریاستیں ہیں۔ جو کارخانے اور ملیں رکھتے ہیں، یا بڑی بڑی تنخواہیں لیتے ہیں۔ اس کے خلاف اُن لوگوں کو غریب خیال کیا جاتا ہے۔ جو ان چیزوں سے محروم ہیں۔

دولت مندی کا یہ جھوٹا معیار ظاہر کرتا ہے کہ انسان خود کو بھول چکا ہے۔ اسے اپنی ہستی کی ہوش ہی نہیں رہی۔ اس کی انسانیت بیرونی مقبوضات کے تلے دب کر نابید ہو چکی ہے۔ اور وہ روحانی طور پر یا زندگی کے نقطۂ نگاہ سے دیوالیہ ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ اپنی دولت کو خود سے باہر دیکھتا اور تلاش کرتا ہے۔ جب تک کسی دل و دماغ میں دولت مندی کے متعلق یہ جھوٹا خیال جاگزیں ہے۔ تب تک نہ وہ خود خوش ہو سکتا ہے، اور نہ دوسروں کے لئے موجب مسرت ہو سکتا ہے۔ وہ ایک ایسا عجیب و غریب کانٹا ہے۔ جو لگا ہوا خود کو اور دوسروں کو اپنی چبھن سے تکلیف دیا کرتا ہے۔

انسانی دولت مقبوضات میں نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ زندگی کے قیام اور نشو و نما کے لئے ہمیں باہر سے خوراک، پوشش، رہائش گاہ درکار ہوتے ہیں، مگر ان کے ساتھ ہمارا قدرتی تعلق جسمانی ضروریات کو پورا کرنے تک ہی ہے۔ ضروریات کو پورا کرنا ہر ایک باشندہ زمین کا پیدائشی حق ہے بشرطیکہ وہ ان ضروریات کو پیدائش میں ہاتھ بٹانے سے گریز نہ کرے۔ مگر ضرورت سے زیادہ خوراک، یا پوشش یا مکان کو قبضہ میں لانا اور رکھنا بالکل غیر قدرتی ہے۔ جس طرح کسی حصّہ جسم کا سوج جانا ایک بیماری اور عذاب ہے۔ اسی طرح ضرورت سے زیادہ چیزوں کو قبضہ میں لانے کا خیال روحانی افلاس و بیماری کی قطعی علامت ہے۔ زندگی اور حقیقت کے نقطۂ نگاہ سے جو لوگ ضروریات سے زیادہ سامانوں کو قبضے میں لانے اور رکھنے

کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ قابلِ رحم افلاس کے شکار ہو رہے ہیں۔

کیونکہ ضرورت سے زیادہ چیزوں پر قبضہ کرتے ہی ہم ان چیزوں کے غلام ہو جاتے ہیں، وہ چیزیں ہمارے پاؤں کے تلے ہماری خدمت میں مامور رہنے کی بجائے ہمارے سروں پر سوار ہو جاتی ہیں۔ ہمارا من ان کے فکر میں کمانے اور بچا کر رکھنے میں دن رات ڈوبا رہتا ہے۔ ان چیزوں کی خاطر ایک دنیا سے لڑائی کرنی پڑتی ہے۔ خواہ لڑائی چھپے ہوئے روپ میں ہی ہو۔ ایسے دھن کا متلاشی ہر دم نفع نقصان سے پھیلا اور سکڑا کرتا ہے۔ پل پل میں چیزوں کے ملنے پر جیتا ہے، اور ان کے جانے کے ساتھ خود بھی جاتا رہتا ہے۔ نقصان ہونے پر چھاتی پیٹتا ہوا چلاتا ہے۔ ہائے میں لٹ گیا، میں مارا گیا۔

دولت کمانے کے لئے جیتا کیڑوں مکوڑوں کے لیول کی زندگی ظاہر کرتا ہے۔ ان کا ماٹو کام۔ کام۔ کام، کمائی کمائی کمائی ہوتا ہے۔ صبح جاگے اور لگے کام کرنے۔ رات کو تھک کر، چور ہو کر بستر پر بے ہوش ہو جاتے ہیں، اور اگر خواب بھی دیکھتے ہیں، تو نفع و نقصان کے۔ اس قسم کے لوگ انسانیت کے اعتبار سے جیتے جی مردہ ہیں۔ ان کی زندگی بے معنی ہے۔ ان کی دانائی ناکارہ ہے۔ ان کی دور اندیشی حماقت ہے اور ان کی ظاہرا دولت مندی اندرونی افلاس ہے۔

سچے دھنی وہ ہیں جو اپنے وجود اور زندگی میں دولت مند ہیں۔ جو سب سے پہلے تندرست۔ قوی۔ پاکیزہ خون سے مالا مال، لال رخساروں سے مزین اور نورانی آنکھوں سے بہرہ ور ہیں۔ جن کے دماغوں میں علمی روشنی، دلوں میں محبت اور کاموں میں نیکی اور موافقت ہے۔ جن کے اندر سے خوشی کا چشمہ رواں ہو گیا ہے۔ جن کی زبان سے دریائے حکمت بہتا ہے۔ جن کے وجود سے زندگی اور خوشی کی رَویں جاری رہتی ہیں۔ جن کے اندر دینے کی طاقت ہے۔ اوروں سے لینے کی حاجت نہیں۔ جن کے من میں بھے نہیں، شوک نہیں اور کسی طرح کی چنتا نہیں، جو دوسروں کی اور سب کی مجموعی بھلائی سوچنے اور کرنے میں شخصیت کو بھولے رہتے ہیں۔ جو کسی ایک ملک یا کسی ایک قوم سے تعلق نہیں رکھتے۔ جو خود کو باشندۂ کائنات اور فرد ان نیت جانتے ہیں۔

وہی شخص دولت مند کہلانے کا مستحق ہے، جو اپنے اردگرد چیزیں اور سامان جمع کرنے کی بجائے تخلیقی زندگی بسر کرتا ہے۔ جو دنیا کو بہترین اولاد دے سکتا ہے۔ جو اپنی علمی کھوج سے روشنی میں اضافہ کرتا ہے، اور جو آرٹ اور راگ کے ذریعے دنیا کی خوبصورتی بڑھاتا ہے۔ شاعری کی روح میں داخل ہو سکتا ہے۔ انسانی تعلق کی پاکیزہ خوشبوں کو محسوس کر سکتا ہے۔ جو اردگرد کی چیزوں کو اپنے احاطۂ ملکیت کے اندر لا کر قید کرنے کی بجائے انہیں چشمِ بینا سے دیکھتا اور ان کی زبانِ حال کو سمجھ سکتا ہے۔

اس شخص سے بڑھ کر کون مفلس اور نادار ہوگا، جو کروڑوں، اربوں روپے کے سامان تو رکھتا ہے۔ مگر وہ کھلتے پھول، اڑتے اور گاتے ہوئے پرندے، بہتی ہوئی ندی، برستے اور گرجتے ہوئے بادل، ہنستی ہوئی صبح۔ اٹکھیلیاں کرتی ہوئی نسیم، جھومتی ہوئی ٹہنیوں، چڑھتے اور ڈوبتے ہوئے سورج، پورنما کے چاند، خاموش ستاروں بلند پہاڑوں، گھنے جنگلوں، برفانی پاکیزگیوں، گہرے سمندر۔ بے حد آسمان کو دیکھ کر ان کے جواب میں اپنے اندر سے

اُچھلتی ہُوئی خُوشی نہیں پاتا۔ ایسا شخص صرف کنگال ہی نہیں انسان ہی نہیں ہے۔ کیڑوں سے بھی نچلے لیول پر جیتا ہے۔ اس کے کپڑے۔ مکان۔ ساز وسامان اُس کی غریبی کو چھُپا نہیں سکتے۔ اُس کا چہرہ، اُس کی آواز اعلان کر رہے ہیں، کہ وہ شرمناک طریق پر کنگال ہے۔ سچی دولت قبضے کی چیز نہیں بلکہ احساس اور قدر دانی سے تعلق رکھتی ہے۔ لائبریری پر قبضہ اصلی دولت نہیں، بلکہ اُسے پڑھنے کی قابلیت سچا دھن ہے۔

پرم دھنی وہ ہے جو نہ صرف پرکرتی کی وبھوتیوں، شانتوں، خوبصورتیوں میں حصہ دار ہونے کی قابلیت رکھتا ہے۔ بلکہ جو اپنے وجود کا مالک ہے۔ جس کی وجود میں دراڑ نہیں۔ پوری موافقت ہے۔ نر دوند ہے۔ اور جو "آتم وان" ہے۔ جس نے خود کو جان لیا ہے۔ وہ کُل کا وارث ہے۔ کُل کا مالک ہے۔ اس کے لئے کچھ اور جاننے یا پانے کی چیز نہیں رہی۔ اُس نے ایک ہی کو جان اور پا لیا ہے۔

سب آئے اُس ایک میں ڈال پات پھل پھول
اب پاچھے کہو کیا رہا جب گہہ پکڑا مول

آتما کو جانے بنا پورنتا کا آنند پراپت نہیں ہو سکتا۔ جس نے خود کو نہیں جانا۔ وہ سنسار میں سب سے بڑا کنگال اور قابلِ رحم (کرپن) ہے اور جس نے اپنی ذات کو ہُو بہُو پہچان لیا۔ اُس نے پرم سنپد (برترین دولت) کو پا لیا۔

چندہ بھیجتے وقت

اپنا خریداری نمبر (جو کہ پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے) ضرور لکھیں۔ اگر نمبر یاد نہ ہو، تو کم از کم یہ لکھنا ہر گز نہ بھولیں۔ کہ

"مَیں پرانا خریدار ہُوں"

اور اگر آپ نئے خریدار ہیں تو یہ ضرور لکھیں کہ

"مَیں نیا خریدار ہُوں"

منی آرڈر کوپن پر اپنا نام اور پورا پتہ خوشخط اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں لکھیں۔

منیجر

پتہ تبدیلی کی اطلاع

سالنامہ "بھگتی انک" کے ڈسپیچ کا کام 22 دسمبر 1976 سے شروع ہو جائے گا۔ اس لئے براہِ مہربانی :-

1۔ اپنے پتہ تبدیلی کی اطلاع

2۔ نئے سال کی خریداری کے متعلق منظوری یا نامنظوری اور اس کے متعلق دیگر خط وکتابت ہمیں 15 دسمبر 1976 تک بھیجنے کی کرپا کریں۔ تاکہ تعمیل ہو سکے۔

منیجر

ہم آنند سے کیوں محروم ہیں؟

از قلم شری سنام رائے جی ایم اے

پرماتما آنند سے ہے، ست چت آنند ہے۔ یہ سنسار پرماتما کی رچنا ہے۔ قدرت یعنی جگت کا کھیل پرماتما کے دیدار کے لئے بے بہا آئینہ ہے۔ پربھات کی مسکراہٹ، شبنم کی خوشنمائی، پھولوں کا خندہ ہونا، کلیوں کی چٹک، غنچوں کا تبسم، پنچھیوں کے گیت، ندی نالوں کا بہاؤ روانی، سمندر کا تلاطم اور لہراؤ، پہاڑوں کی رفعت و بلندی، آسمان کی وسعت، رات کی خاموشی، تاروں کی شوبھا، چاند کی ٹھنڈک، سورج کی تپش۔ الغرض قدرت کی ہر شے آنند دائیک ہے۔

لیکن اس حقیقت کے باوجود دنیا کا انسان آنند سے محروم ہے، مغربی دنیا میں بے چینی ہے۔ وہاں راجسک برتی کا زور ہے، مشینری کا زمانہ ہے، ہر وقت شور و شر جاری رہتا ہے۔ انسانی زندگی بے حد مصروف ہو گئی ہے۔ روزمرّہ کے پروگرام میں آنند، آتم چنتن یا خودمستی کے لئے کوئی وقت نہیں۔ اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ مغرب کا آدمی اندریوں کے دمن کا قائل نہیں رہا۔ وہ نفسانی خواہشات کی تکمیل چاہتا ہے۔ اس لئے اپنی روزمرّہ کی زندگی کو اس نے ایسا بنا لیا ہے، کہ وہ اپنے وشے واسناؤں کو پورا کرتا رہتا ہے۔ اُسے اس بات کا ذرا بھی افسوس نہیں ہے، بلکہ وہ اس پر سوچنا ہی نہیں چاہتا۔ اُسے آنند کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ جو آنند آتم چنتن، پربھو سمرن، دوسروں کی سیوا اور غریبوں کے دکھڑے دور کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی حاجت ہی اُسے نہیں رہی۔ حرکت زندگی ہے۔ یہ اس کا مقولہ ہے۔ لیکن وہ یہ سوچنے کی تکلیف کبھی گوارا نہیں کرتا، کہ حرکت کے معنی پیچ و تاپ اور خون کا دباؤ بڑھا لینے کے نہیں ہیں۔

ہمارے دیش کا مستقبل بھی آنند سے محروم ہے۔ ہمارے شاستر اس آنند کا درنن بڑی سندرتا سے کرتے ہیں۔ ہمارے پراچین بزرگ اس آنند سے اچھی طرح واقف تھے اور اس قدر اس آنند کے عادی تھے۔ کہ اب تک اس آنند کا ذکر ہر ہندو کی زبان پر رہتا ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس آنند کی جھلک اب ہماری زندگیوں میں دکھائی نہیں دیتی، ہمارا جیون تامسک ہے۔ اور کئی بار اس تامسک جیون کو ہم ساتوک سمجھ لیتے ہیں۔ چارپائی پر لیٹے رہنا، حقہ کے کش لگاتے رہنا، تاش اور شطرنج کھیلتے رہنا سب تامسک برتی کی نشانیاں ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بات سے بھڑک اٹھنا، معمولی بات پر آگ بگولا ہو جانا نہایت ضروری مسائل کو

نظر انداز کر کے فروحات پر پارٹی بازی بنا لینا۔ حسد اور بغض کی آگ میں جلتے رہنا۔ کسی کو سُکھی دیکھ کر پیٹ پکڑ لینا۔ روز مرّہ کی معمولی باتوں پر کُڑھنا اور انہیں فراموش نہ کرنا۔ نِندا اور چغلی کو اپنا بہترین مشغلہ بنا لینا۔ اپنی عادت بد سے دُوسروں کو ستانا۔ بے شعوری سے بات کرنا، بدتمیزی کے ساتھ بیٹھنا، بدتہذیبی سے پیش آنا وغیرہ۔ سب تامسک برتی کے ثبوت ہیں۔ نالیوں پر سونا، جھوٹے پتّے چاٹنا، گندی غذا کھانا۔ رضائی میں مُنہ اوڑھ کر سونا، صبح سَیر نہ کرنا، چیزوں کو گندہ رکھنا، ٹھنڈی اور باسی چیزوں کا کھانا۔ تامسک برتی کا اظہار ہیں۔

لہٰذا جہاں مغرب پیچ وتاب کو حرکت سمجھ کر حقیقی آنند سے محرُوم ہو رہا ہے۔ وہاں ہم بھارت واسی تموگُن کو کوری جہالت سے پیدا شدہ بے حسّی کو حقّہ، افیم، گانجا، چرس، سُلفہ اور شراب سے پیدا شدہ خمار کو آنند خیال کئے بیٹھے ہیں۔

پس موجودہ دُنیا آنند سے محرُوم ہے۔ قُدرت کا پُجاری انگریزی شاعر ورڈز ورتھ چاروں طرف آنند پاتا ہے۔ آبشار، سر بفلک پہاڑ، پھولوں سے لدے ہُوئے اشجار، ندی، نالے، تاروں بھرا آسمان وغیرہ سب اس کی رُوح کو آنند دیتے ہیں۔ پرندوں کا چہچہانا، خُوشی سے پُھدکنا، شاخوں پر جھُومنا اُسے بیخود بناتا ہے۔

ورڈز ورتھ کی رائے میں عالم نباتات بھی مسرّت سے بھرپُور ہے۔ پشُو پکشی بھی آنند منگل کا راگ گاتے ہیں۔ لیکن یہ اشرف المخلوقات اِنسان دُکھی ہے۔ اِس نے سُورگ سے جگت کو نرک بنا دیا ہے۔ واقعی یہ ٹھیک ہے۔ پرماتما نے یا قُدرت نے آنند کا سامان پیدا کیا ہے۔ آنند پیدا کرنے والی بے شمار چیزیں بنائی ہیں۔ لیکن اگر حضرت اِنسان اپنے دِل اور دماغ کو ٹھیک نہ کرے، تو پھر یہ چیزیں بے معنی ہیں۔ آنند لینے والا تو اِنسان کا دِل ہی ہے۔ اگر یہ خراب ہو، تو پھر آنند کیسے نصیب ہو؟

اِنسان کی شخصیت کے تین جُزو ہیں ذہن، دِل اور جسم۔ تین برتیاں ہیں۔ ساتوک، راجسک اور تامسک خیالات، جذبات اور عادات۔ جب خیالات نیک ہوتے ہیں۔ علم صحیح اور کامل ہوتا ہے۔ بیرُونی اختلافات میں یگانگت نظر آتی ہے۔ تب یہ نُورِ وحدت جذبات پر منعکس ہو کر انہیں پریم میں تبدیل کر دیتا ہے۔ تب نفرت، حسد، غصّہ، نفسانی خواہشات سب محبّت میں بدل جاتی ہیں۔ اور یہ نُور پھر عادات کو سیوا میں تبدیل کر دیتا ہے۔ جسم پھر اندھی خواہشات اور ضرر رساں عادات کا پُورا کرنے والا نہیں رہتا۔ بلکہ یہ نیک کاموں کا کرنے والا بن جاتا ہے۔ جو اِنسان اپنی شخصیت کے اِن تینوں اجزا میں ہم آہنگی پیدا کر لیتا ہے۔ اُس کے اندر گیان، پریم اور سیوا پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کا گیان یتھارتھ ہوتا ہے۔ اُس کے بھاؤ پریم بھرے ہوتے ہیں۔ اُس کے کرم اُس کی عادات سیوا کرنے کی ہوتی ہیں۔ ایسا اِنسان سراسر اختلافات، سراسر تفرقات کی تہہ میں یگانگت دیکھتا ہے۔ ظالم سے ظالم اِنسان اُسے اپنی اصلیت اور آنند سے محرُوم نہیں کر سکتا۔ جنگ کی خونچکاں داستان اُسے پریشان نہیں کرتی۔ دُنیا والوں کے روز مرّہ کے مظالم اس کی اندرُونی شادمانی کو پامال نہیں کرتے۔ دوستوں کی بے وفائی اور دُنیا داروں کی بے اعتنائی اُسے نہیں ستاتی۔ غیروں کے طعنے اور غرضمندوں کی ٹیڑھی چالیں اس پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ ناقدروں کی بے قدری

اور ناشکروں کی بے حسی اسے مغموم نہیں بناتی۔ الغرض کچھ بھی کیوں نہ ہو، وہ اصلیت کو بھانپ بیٹھا ہے، وہ حقیقت سے دوچار ہو چکا ہے۔ اسے اب شوک کہاں، اور موہ کہاں؟ وہ تو اب ہر واقعہ اور ہر حادثہ سے آنند ہی لے گا۔ دکھ اس کی آتما کو اچھالا ہی دے گا۔ مصیبت اسے ہر وقت چوکنا رکھے گی۔ رنج و محن اس کی روح کو بیدار کرنے والے ہوں گے۔ اس کے اندر گیان اور وگیان ہوگا، اس کے اندر پریم اور ہمدردی ہوگی، اس کے اندر سیوا کا بھاؤ ہوگا۔

لہٰذا اگر سنسار آنند سے محروم ہے، تو اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ گیان بیتھارتھ پراپت نہیں ہوا۔ برتی ساتوک نہیں ہوئی کمائی اشدھ ہے۔ بھوجن تامسک یا راجسک ہے۔ ذہنی وجود پر نور وحدت نہیں چمکا۔ جذبات پر حیوانی خواہشات کا غلبہ ہے۔ جسم گندی عادات کا غلام ہو رہا ہے۔

ہمارے پراچین بزرگوں نے اس حقیقت کو دیکھ لیا تھا۔ اس لئے وہ روحانی تھے، بے نیاز تھے۔ نفسانی خواہشات سے بالاتر تھے۔ اُن کی آتما اپنے سروپ کو سمجھ کر اور اپنے پرماتما کے شیدا ہو کر ہر وقت آنند کے ہلارے لیتی تھی۔ اب ہم صرف نقال ہیں اور مغرب والے لالچی اور نقال۔ اس لئے دونوں مشرق اور مغرب حقیقی آنند سے واقعی محروم ہیں۔

قادرِ مطلق میں یہ قدرت بھی ہے؟

از۔ شری موہن مورتی جی

رنج بھی ہے اس میں اور راحت بھی ہے — دل مرا دوزخ بھی ہے جنت بھی ہے
عقل کہتی ہے تری صورت نہیں — عشق کہتا ہے تری صورت بھی ہے
آپ سب کچھ بھی ہیں اور کچھ بھی نہیں! — مجھ کو ایسا جان کر حیرت بھی ہے
بے نواؤں کو بنا دے پادشاہ! — قادرِ مطلق میں یہ قدرت بھی ہے
فیصلہ اعمال کرتے ہیں ترے — بے خبر دوزخ بھی ہے جنت بھی ہے

میری ہستی یوں تو ہستی ہے مگر
آپ کی نظروں میں کچھ قیمت بھی ہے

بولنے کا ڈھنگ

از قلم ۔ شری کانشی رام جی چاولہ

زندگی کی عمارت میں لفظ جو ہم بولتے ہیں۔ اینٹوں کا کام دیتے ہیں۔ جس طرح بانکی ٹیڑھی اینٹیں لگنے سے عمارت بھی ٹیڑھی ہی کھڑی ہوتی ہے اور اس لئے قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح بغیر سوچے سمجھے مُنہ سے نکالے ہُوئے لفظ زندگی کی عمارت کو ٹیڑھا کر دیتے ہیں۔ بولنا بھی ایک آرٹ ہے۔ جب انسان کو یہ آرٹ حاصل ہو جاتا ہے۔ اُس کی زندگی کامیاب ہُوئے بِنا نہیں رہ سکتی۔ ٹھیک ٹھیک بولنے کا ڈھنگ جاننے والا انسان اپنا کام آسانی سے نکال لیتا ہے۔ اچھے لہجہ میں بولے ہُوئے اور موقعہ کے مطابق کہے ہُوئے الفاظ دُوسرے کو نرم کر لیتے ہیں۔ اور سُننے والا کہنے والے کی خواہش کو پُورا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ امریکہ میں دو نئے سکول جاری ہونے لگے۔ دونوں کے منتظم ایک امیر آدمی سے مالی امداد مانگنے کے لئے گئے۔ پہلے آدمی نے جا کر کہا کہ آپ نے کافی روپیہ کمایا ہے۔ اُس میں سے ہمارے لئے بھی حصّہ نکالو۔ امیر آدمی نے جواب دیا۔ میں اس پر غور کر کے آپ کو اطلاع دوں گا۔ دُوسرے سکول کے منتظم نے امیر آدمی سے جا کر کہا۔ کہ ہم اپنے سکول کے دروازہ پر اپنے مہربان مدد دینے والوں کے نام کا پتھر لگوانا چاہتے ہیں۔ ہم نے خیال کیا ہے کہ اس کام کے لئے آپ سے بہتر کسی کا نام نہیں ہو سکتا۔ ہم آپ کے ہی نام کو روشن کرنا چاہتے ہیں۔

یہ سُنتے ہی اُس امیر آدمی نے ایک لاکھ روپے کا چیک کاٹ کر دے دیا۔ یہ چیک کس چیز نے دِلوایا؟ کیا سکُول کی ضرُورت نے؟ نہیں سکول تو دونوں جگہ کھلنے تھے۔ لیکن یہ ایک لاکھ روپیہ محض لفظوں کی مٹھاس نے دِلایا۔

بُرے لفظ زندگی کا زہر ہوتے ہیں۔ شکایت اور گِلہ یا شک یا شُبہ کے الفاظ انسان کی خوشی کے قاتل ہوتے ہیں۔ کمان میں چلائے جانے والے تیر کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ لیکن چُبھنے والے الفاظ کے نوک دار تیر اُن سب سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ دُوسرے تیر صرف مُخالف کے جسم کو ہی چھیدتے ہیں۔ لیکن لفظوں کے تیر پہلے بولنے والے کو زخمی کرتے ہیں اور پھر دُوسرے کو بلکہ اگر یہ کہا جائے۔ کہ کھوٹے لفظوں کے تیر خود بولنے والے کو دُگنی تکلیف دیتے ہیں۔ اور دُوگنا زخم لگاتے ہیں۔ تو مُبالغہ نہ ہوگا۔ مشاہدہ بتلاتا ہے کہ وہ انسان کبھی سُکھی نہیں رہ سکتا، اور اُس کے مَن میں کبھی سکُون نہیں آتا جو دُوسروں کی نکتہ چینی کرتا رہتا ہے یا دُوسروں کے متعلق گِلہ شکائت کی عادت بناتا ہے یا دُکھ بھرے

الفاظ کا استعمال کرتا ہے۔ اُس کے مُنہ پر کبھی مُسکراہٹ نہیں آ سکتی۔ لیکن اس کے خلاف میٹھے لفظ بولنے والے اِنسان کے چہرے پر ہمیشہ ایک قسم کا جلال موجود رہتا ہے۔ اِس کا چہرہ پھول کی طرح کھِلا رہتا ہے۔

جو لفظ اِنسان کے اپنے یا دُوسرے کا دِل گرانے والے ہوں یا کسی کو بے چین کر دینے والے ہوں یا کسی کی عیب جوئی کے متعلق ہوں یا کسی کو مائیوس کرنے والے ہوں یا کسی کا حوصلہ گھٹانے والے ہوں۔ وہ الفاظ ایک اچھے اِنسان کے مُنہ سے نہیں نکل سکتے۔ کسی اِنسان کی اچھائی اُور بُرائی کی کسوٹی اس کا بول چال ہی ہوتی ہے۔ فارسی میں ایک کہاوت ہے۔

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

یعنی جب تک ایک اِنسان اپنے مُنہ سے لفظ نہیں نکالتا۔ اُس وقت تک اُس کے عیب و ثواب ڈھکے رہتے ہیں۔

بعض لوگ وقت کو ہی کوستے رہتے ہیں۔ زمانہ کے بُرا ہونے کی شکایت کرتے رہتے ہیں۔ ایسا کرنے سے بھی اِنسان کا اپنا دِل سخت ہو جاتا ہے۔ عالی حوصلہ اِنسان ہمیشہ یہ گرج لگاتے ہیں کہ زمانہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہم زمانہ کو بدل سکتے ہیں۔ جو آدمی جیسا بولتا ہے، ویسا ہی بن جاتا ہے۔ مائیوسی کے الفاظ بولنے والا اِنسان کسی کام کو سر انجام نہیں دے سکتا۔ جو اِنسان ہمیشہ اپنی تکلیفوں کا ذِکر کرتا رہتا ہے۔ وہ اپنی تکلیفوں کو اور بھی زیادہ دُکھدائی بناتا ہے۔ گرمی یا سردی کی شکایت کرنے والے اِنسانوں کو گرمی یا سردی زیادہ تکلیف دیں گی۔ مُصیبت آنے پر جتنا زیادہ شور ڈالا جائے گا۔ اُتنی ہی زیادہ وہ مُصیبت دُکھدائی ہوگی۔ دُوسروں کے عیبوں کا ذِکر کرنے سے وُہی عیب کہنے والے کے اندر سرایت کر جاتے ہیں۔ اِس لئے سمجھدار آدمی دُوسرے کے نُقائص کا ذِکر نہیں کرتے ہیں، تاکہ اُن کے وصف اپنے اندر آ جائیں۔ عیب جُو اِنسان ایک طرح سے دُوسرے کی غلاظت اپنے اندر ڈالتا ہے۔

لفظوں کا ماہر اِنسان دُوسروں پر حکومت کرتا ہے۔ جہاں جاتا ہے اور جس کے ساتھ بولتا ہے۔ اُس کو رام کر لیتا ہے۔ چھوٹے بچّے سے لے کر بڑے بوڑھے تک کو اپنا دوست بنا لیتا ہے۔ اُسے اگر کوئی مِلنے آئے، تو ایسا محسوس کراتا ہے گویا عید کا چاند اس کے سامنے آ گیا۔ آنے والے کی بات کو پُوری طرح سُنتا ہے۔ اُس کی بات کو درمیان میں کاٹتا نہیں۔ جو خیال وہ ظاہر کر رہا ہے۔ اُس کی فوراً مخالفت نہیں کرتا۔ نہ فضول قیل و قال میں پڑتا ہے۔ اگر وہ اُس کے نکتہ نگاہ سے اِتفاق نہیں رکھتا، تو اپنی رائے کا اظہار ایسے ڈھنگ سے کرے گا کہ دُوسرے کا دِل نہ دُکھے اور ایسا محسوس کرائے گا کہ اُسے کہنے والے کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اور وہ اُس کی ہر قسم کی مدد کرنے کو تیار ہے۔ گویا اپنے آپ کو اُس کا پُورا خیر خواہ ظاہر کرے گا۔

سمجھدار آدمی جب باہر نکلتا ہے تو اپنے مِلنے والوں کو پہلے خُود بُلاتا ہے، اور اُن کی خیر و عافیت پُوچھتا ہے۔ اِس بات کا اِنتظار نہیں کرتا۔ کہ اس کے ساتھ پہلے دُوسرے مخاطب ہوں۔ جب بولتا ہے تو لفظوں کے

.... کے ساتھ ہی چہرے اور آنکھوں سے بھی مٹھاس کا ثبوت دیتا ہے۔ اگر دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنی ہوتی ہے، تو اُسے ایسا محسوس کراتا ہے کہ گویا دوسرے کا دُکھ اُس کا اپنا ہی دُکھ ہے، اور ایسے محبت بھرے اِلفاظ کا اِستعمال کرے گا کہ جو اُس کے دُکھ کو کم کرنے والے ہوں، اُس کی بے چینی کو ہٹانے والے ہوں۔ وہ دُوسروں کی رائے کی قدر کرے گا، اور اُن کے خیالات کی یکلخت مخالفت کرنا شروع نہیں کرے گا۔

بڑے بوڑھوں اور عورتوں کو کئی قسم کے وہم ہوتے ہیں۔ اُنہیں کئی باتوں میں تعصب سا بھی ہوتا ہے۔ لفظوں کا ماہر اِنسان ایسے لوگوں کے توہمات اور تعصبات کی بھی قدر کرے گا۔* وہ فضول بحث میں پڑ کر نہ تو اپنا وقت ضائع کرے گا اور نہ اُن کے دِل کو دُکھائے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ چند منٹ کی قیل و قال سے اُن لوگوں کا سُدھار نہیں ہو سکتا۔ وہ ٹھیک موقعہ دیکھ کر اُن کے توہمات کو دُور کرنے کی کوشش ایسے ڈھنگ سے کرے گا کہ اُنہیں محسوس نہ ہو، کہ ان کے خیالات میں دخل در معقولات کیا جا رہا ہے۔ وہ اس مقولہ پر عمل کرتا ہے کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ اِس لئے جو لوگ اپنی زندگی کو کامیاب بنانا چاہتے ہیں۔ اُنہیں بولنے کا ٹھیک ڈھنگ سیکھنا ہوگا۔ زِندگی میں اِنسان کو دُکھ، مصیبت اور اُداسی کے موقع لازمی طور پر آتے ہیں۔ اختلاف رائے کا بھی موقعہ آتا ہے۔ ایسے کئی موقعہ آتے ہیں کہ دُوسرا آدمی سخت کلامی سے کام لیتا ہے۔ ایسے موقعوں پر سمجھدار اِنسان کا فرض ہے کہ اپنی اُداسی کو خُوشی بھرے لفظوں سے دُور کرے، بیماری کو اُمید بھرے لفظوں سے رفع کرے اور ہار کو حوصلہ بھرے لفظوں سے قبول کرے۔ اچھے لفظ اور میٹھے لفظ اِنسانی زندگی کا ایک خزانہ ہیں، یہ انمول رتن ہیں۔ ان کی قیمت کا مقابلہ کسی اور قسم کا دھن نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ کتنے بدقسمت ہیں، جو اِس خزانہ کو اکٹھا کرنے سے غافل رہتے ہیں۔ اِس خزانہ کے جمع کرنے میں کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی، کوئی مسافت طے نہیں کرنی پڑتی، کوئی بوجھ نہیں پڑتا۔ نہ معلوم یہ خزانہ کیوں اکٹھا نہیں کیا جاتا۔ جو اِنسان اِس خزانہ کا مالک ہے، اُس کا جسم خواہ بُوڑھا ہو جائے لیکن دِل جوان رہتا ہے۔ کیونکہ اُس کے مُنہ سے ہمیشہ ایسے اُمنگ بھرے اِلفاظ نکلتے ہیں، جو اس کے اپنے حوصلہ کو بھی بلند رکھتے ہیں اور دُوسروں کے دلوں کو بھی اُبھارتے ہیں۔ اِس لئے اگر ..... ہر جگہ اور ہر حالت میں اپنے اِلفاظ کا خیال رکھا جائے تو کبھی رنج اور دُکھ کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

وہ والدین اپنے بچوں کے بدترین دُشمن ہیں، جو اپنے بچوں کے سامنے دریدہ دہنی، بدگوئی اور گلوچ سے کام لیتے ہیں۔ جو والدین بچوں کو ہی گالیاں دیتے ہیں، وہ اور بھی زیادہ بے وقوفی سے کام لیتے ہیں۔ بچوں کے سامنے لڑنا بھڑنا غلیظ الفاظ مُنہ سے نکالنا، گویا اُن کی زندگی میں زہر بھرنا ہوتا ہے۔ اس کے تاثرات آنے والی زندگی میں اپنا بداثر دکھاتے ہیں۔ لہذا والدین کو واجب ہے، کہ اگر وہ اپنی اولاد

کو اچھا بنانے کے خواہشمند ہیں، تو اُن کے سامنے کبھی کسی قسم کے ناجائز کلمات مُنہ سے نہ نکالیں۔ نہ ہی اُن کے سامنے کسی سے رَدّ و کدّ یا جھگڑا تکرار کریں، بلکہ ہمیشہ خوش کلامی اور شیریں کلامی سے کام لیں۔ میٹھے الفاظ کو شہد سے مشابہت دی گئی ہے اور کڑوے الفاظ کو زہر قاتل بتلایا گیا ہے۔ ایسی تشبیہ دینے میں مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا۔ بلکہ حقیقت یہی ہے کہ نرم اور میٹھے الفاظ شہد کا ہی کام دیتے ہیں۔

مہاتما گاندھی نے ایک بڑے پتے کی بات کہی ہے۔ اُن کا فرمانا ہے، کہ میں نے پرماتما کو اگر دیکھا ہے، تو صداقت یعنی سچائی کے رُوپ میں دیکھا ہے۔ یعنی سچائی کا دُوسرا نام ہی پرماتما ہے۔ ایسی صُورت میں جو انسان سچ بولتا ہے، وہی ایشور کا پُجاری ہے۔ اُس کے خلاف جو آدمی اپنے آپ کو ایشور پریمی کہہ کر زیادہ سے جھوٹ بولتا ہے، اُس کا ایشور بھگت بننے کا دعوےٰ بھی جھوٹا ہے۔ ایشور پریمی کی پہلی علامت یہ ہے کہ وہ ایشور کو ستیہ سرُوپ جان کر ہمیشہ سچ بولے گا۔ لیکن وہ سچ بھی ایسا ہوگا، جس میں مٹھاس ہوگی۔ یعنی اس سچائی کی بات کو ایسے ڈھنگ سے کہے گا، کہ دُوسرے کو دُکھ نہ دے کر سُکھ دینے والی ہوگی ؏

انمول جنم

تجھے انمول ملا برباد نہ کر برباد نہ کر
لکھ جو تقدیر کو ملتا ہے۔ یہ کرم کا لیکھا چکتا ہے
ہک کھیلنا سیکھ یہاں۔ دو دن رہنا پھر چلنا ہے
ظلم ستم پر باندھ کمر۔ ڈر رام سے ڈر ڈر رام سے ڈر

لب میں ہری کا نہ چرچا ہو۔ اُس کو ویران ہنسے دو
من پریم نگر میں رہنے دے۔ کچھ سننے دے کچھ کہنے دے

مہاتما شہنشاہ جی مہاراج

کچھ نیک عمل کر ہر کو سمر اُتپاد نہ کر اُتپاد نہ کر
جو پہلے دیا وُہی لیتا ہے۔ فریاد نہ کر فریاد نہ کر

کچھ دیا دھرم کر جانِ جہاں۔ بیداد نہ کر بیداد نہ کر
پئے قتلِ غریباں تو تیز تبر۔ جلّاد نہ کر جلّاد نہ کر

اِس نفس پرستی کی بستی کو۔ آباد نہ کر آباد نہ کر
اِس پریم جال کے پنجرے سے۔ آزاد نہ کر آزاد نہ کر

اے شہنشاہ اِس دُنیا میں سمجھانا غیر کو مشکل ہے
چُپ ہو رہ جو تو سمجھا ہے۔ بکواد نہ کر بکواد نہ کر

روحانی انقلاب

شری پنجاب رتن شرما ایڈوکیٹ پٹیالہ

ہوشیار اے اہلِ دنیا۔ انقلاب آنے کو ہے
تفرقہ مٹنے کو ہے اب حاکم و محکوم کا
لفظ مٹ جانے کو ہیں اب کلفت و ادبار کے
مصنوعی مذہب کا پرچم پھر سے گرجانے کو ہے
گلستاں میں اور گل ہونگے عنادل اور ہی
اہلِ دولت بانٹ دینگے اپنی دولت خود بخود
تفرقہ مٹ جائے گا خورد و کلاں کا سربسر
موجزن ہوگا رگوں میں جذبۂ انس و وفا
مختلف اجسام میں جب ایک روح ہے آشکار
جذبۂ ما و شما مفقود ہو جائے گا اب

یہ نظامِ کہنہ اب جڑ سے اکھڑ جانے کو ہے
زیردست و زبردست و ظالم و مظلوم کا
رنج و غم ظلم و ستم۔ آلام اور افکار کے
کاغذی پھولوں کی آب و تاب مرجھانے کو ہے
آسماں پر چھائیں گے اب پھر سے بادل اور ہی
اہلِ طاقت بانٹ دینگے اپنی طاقت خود بخود
ایکجا مل کر رہیں گے گائے اور شیرِ ببر
اور درندے تک بھلا بیٹھیں گے۔ اب خوئے جفا
بھائی بھائی کیوں نہ ہوں دنیا کے سارے جاندار
ایکتا کے رنگ میں سنسار ہو جائے گا اب

سب کا مقصد ایک ہوگا سب کا مذہب ایک ہی
خالقِ کون و مکاں ہے اے رتنؔ جب ایک ہی

مہرشی پاتنجلی کا

اشٹانگ یوگ (مسلسل)

از منشی شورج نارائن مہر

(باب پنجم)

یوگ

یوگ کے معنی ہیں سب طرف سے توجہ ہٹا کر ایک طرف جمانی۔ پس ہمیں وہ اسباب تو لینے چاہئیں، جو توجہ کے جمانے میں کار آمد ہیں اور وہ چھوڑ دینے چاہئیں، جن سے توجہ ہٹا کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اسباب بیرونی ہوں گے اور بعض اندرونی۔ بیرونی وہ ہیں، جن کا تعلق جسم سے باہر کی چیزوں کے ساتھ ہے۔ اندرونی وہ ہیں جن کا تعلق خود من یا نفس سے ہے۔

بیرونی اسباب میں سب سے پہلا نمبر مقام کا ہے۔ جس جگہ بیٹھ کر دھیان کرنے کے لئے آسن جمایا جائے۔ اس کے متعلق یہ باتیں ذہن میں رکھو۔

۱۔ یہ مقام ایکانت کا ہو۔ ورنہ شور وغل اور ہلچل سے دھیان برطرف ہوگا۔ پرانے رشی منی اسی واسطے آبادیوں کا غل غپاڑہ چھوڑ کر بنوں اور پہاڑوں میں جا کر رہا کرتے تھے۔ اب بھی جو دھیان کرنا چاہتے ہیں، ایکانت کے مکان مندر یا دھرمسالہ میں جا بیٹھا کرتے ہیں۔ اگر گھر میں ہی بیٹھنا ہو تو وہ کوٹھا (کمرہ) ابھیاس کے لئے چنو، جہاں خلل اندازی کا خوف سب سے کم ہو۔

۲۔ مقام دھوئیں، بدبو، دھوپ، مینہہ اور ہوا سے محفوظ ہو۔ ورنہ دھیان اور چیزوں کی طرف رہیگا۔ اور اشٹ کی طرف سے ہٹے گا۔ جہاں دھواں یا بدبو دماغ کو پریشان کرتی ہے۔ دھوپ بدن پر پڑ کر کاہلی اور نیند لاتی ہے۔ سرد ہوا یا مینہہ کی بوندیں دق کرتی ہیں۔ وہاں دھیان نہیں جمایا جا سکتا۔

۳۔ تنگ و تاریک مکان جن میں سیل ہے اور روشنی و ہوا کا دخل نہیں۔ دھیان میں سخت خلل انداز ہوا کرتے ہیں۔ پس کھلا ہوا مکان دیکھو جس میں روشنی اور ہوا آئے، اور بیٹھ کر دل خوش ہو، تاکہ دھیان جم سکے اور بیماریوں سے محفوظ رہو۔

۴۔ مقام صاف ستھرا ہو، تاکہ وہاں کشادگی دل اور فرخندگی طبع کے ساتھ بیٹھ کر دھیان

دے سکو۔

۵۔ مقام ساز و سامان سے خالی ہو، ورنہ اُن پر دھیان جائے گا اور توجہ برطرف ہوگی۔ اس مقام میں صرف وہی سامان ہونا چاہیئے جس کی تمہیں ضرورت ہے اور فضول سامان آرائش جمع نہ ہو۔

۶۔ مقام میں نشست کی جگہ فرش ایسا ہونا چاہیئے کہ اس پر بیٹھنے سے تکان یا تکلیف محسوس نہ ہو، بلکہ مزے سے بیٹھے دھیان جما سکو۔ اس کی نسبت بھگوان کرشن گیتا میں کہتے ہیں۔

یوگی کو یہ لازم ہے کہ کرے دھیان سدا　　کُنج تنہائی میں اکیلا بیٹھا!
نفس سرکش کو ہر طرح سے روکے　　ساماں بھی نہ ہو اور نہ خواہش اصلا
ہو صاف جگہ لگائے آسن وہ جہاں　　ہلنے جُلنے کا جس میں مطلق نہ گماں
نیچا ہو بہت اور نہ وہ اونچا ہو بہت　　ہو گھاس پہ کھال۔ کھال پر کپڑا واں!

اب گھاس یا کھال وغیرہ کی ضرورت نہیں رہی۔ بہتیری قسم کی گدگدی اور نرم چیزیں بکتی ہیں اور سوتی، اونی، ریشمی کپڑے بہت ارزاں مل سکتے ہیں۔ پس بیٹھنے کا آسن ایسا بنالو، کہ اگر زیادہ دیر بیٹھنا پڑے، تو تکان معلوم نہ ہو۔

جو باتیں اوپر بیان ہوئیں، وہ صرف مکان کے متعلق ہیں۔ کچھ جسمانی اسباب ہیں کہ توجہ دینے یا دھیان جمانے میں خلل انداز ہوا کرتے ہیں۔ انہیں بھی دھیان میں رکھو۔

۱۔ جسم بیمار یا کمزور یا تھکا ماندہ ہوگا تو زیادہ دیر تک بیٹھنا اور دھیان دینا ناممکن محض ہے۔ اس واسطے کمزوری یا بیماری کا خیال رکھنا چاہیئے، اور ایسے وسائل استعمال کرنے چاہئیں، جن سے صحت بنی رہے۔ اس واسطے ابھیاسی کو برہمچریہ کا پالن بتایا گیا ہے۔

۲۔ بہت دیر تک بیٹھا رہنا تکان پیدا کرتا ہے۔ اس واسطے ابتدائی حالت میں زیادہ نہ بیٹھو۔ بتدریج جتنی مشق بڑھتی جائے، نشست کو بڑھاتے جاؤ۔

۳۔ کھانے پینے کا خیال رکھو۔ یوگی کا کھانا پینا تلا ہونا چاہیئے۔ بھوکا رہے گا، تو توجہ نہیں دے سکیگا۔ زیادہ کھائے گا تو گرانی یا آلکس اور نیند ستائے گی، اور وہ دھیان نہیں جما سکے گا۔

۴۔ خواب اور بیداری، کام اور بیکاری، ورزش اور آرام سب میں اعتدال برتنا چاہیئے۔ افراط و تفریط دونوں سے بچو۔ اور تم دیکھو گے کہ راستہ صاف ہے۔ ان کے متعلق بھی بھگوان کرشن گیتا میں فرماتے ہیں:-

یوگ اس کے لئے نہیں بہت جو کھائے　　یا بھوک سے جس کی جان پر بن جائے
جس کی عادت ہو یا بہت سونے کی　　یا جو جاگے نہ نیند اس کو آئے
اشغال مناسب ہو مناسب کھانا　　حرکات کا کاموں میں مناسب لانا

بیداری و خواب ہوں مناسب دونوں دُکھ کرتا ہے دُور یوگ یہ اسے دانا

جہاں تک ہو سکے ہر کام میں اعتدال برتو، یوگی کے لیئے ہر بات میں کمی اور زیادتی دونوں سے بچ کر بیچ کے رستے پر چلنا مناسب ہے۔

یہ کچھ جسمانی اُمور تھے، جن کا لحاظ رکھا جائے تو دھیان جمانے میں آسانی ہوتی ہے۔ اب کچھ نفسانی اُمور لیجیئے۔ دھیان جمانا چاہتے ہو، تو تمہیں سب سے مقدم گورو اور شاستر میں شردھا ہونی چاہیئے۔ یہ اُسی وقت ممکن ہے کہ جو دھیان یا ابھیاس تم نے شروع کیا ہے، اس کا اور اس کے تعلقات کا فلسفہ تم سمجھتے ہو، اور تمہاری طبیعت میں کسی قسم کے شک و شبہات نہ اُٹھتے ہوں۔ اس سے تحصیل شاستر کی ضرورت ثابت ہے۔ جو اشخاص محض ابھیاسی ہیں اور شاستر سے بے بہرہ ہیں، وہ انجام میں نرے بھاڑے کے ٹٹو ثابت ہُوا کرتے ہیں، اور اُن سے کچھ نہیں ہو سکا کرتا۔

ابھیاسی کے نفس کی حالت بھی شانتی کی حالت ہونی چاہیئے۔ اگر وہ کام کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار وغیرہ کے خیالات میں غرق رہتا ہے۔ اگر دنیوی فکر و افکار کا شکار ہے، تو وہ دھیان جمانے کی قابلیت نہیں رکھتا ہے۔ (باقی پھر)

سالانہ چندہ کی رقم واپس کر دی جائیگی

ممکن ہے کہ آپ کا بھیجا ہُوا منی آرڈر ہمیں دیر سے ملے۔ جبکہ ہم سالنامہ "بھگتی انک" بذریعہ وی۔پی بھیج چکے ہوں۔ اُس صُورت میں آپ کو وی۔پی وصُول کر لینا بہتر رہے گا۔ تاکہ دوبارہ رجسٹری کا خرچ برداشت نہ کرنا پڑے۔

آپ کی وصُول شُدہ زائد رقم ہم بذریعہ منی آرڈر واپس کر دیں گے۔ اطمینان رکھیں۔

"مینیجر"

اگر آپ

کسی وجہ سے آئندہ سال کے لیئے خریدار نہیں رہنا چاہتے، تو براہِ مہربانی ہمیں فوراً آگاہ کر دیں، تاکہ سالنامہ "بھگتی انک" 1976ء آپ کی سیوا میں وی۔پی ارسال نہ کیا جائے۔

کامیابی کا راز

مہاتما جیمز ایلن

اصلی صحت اور اصلی کامیابی دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ یعنی جو شخص صحیح و سالم ہوگا، وہ ضرور کامیاب ہوگا۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں عالم خیال میں باہم پیوستہ ہیں اور ہرگز جُدا نہیں ہو سکتیں۔ جس طرح کہ نفس کی عمدہ حالت سے جسمانی صحت ظہور میں آتی ہے۔ اُسی طرح نفس ہی کے ذریعہ انسان اپنی تجاویز کو عمل میں لانے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اپنے خیالات کو عمدگی سے ترتیب دو، اور تمہاری زندگی بھی عمدہ ہو جائے گی۔ اگر تم اپنے جذبات اور تعصبات کی پُر شور لہروں پر امن کے تیل کی بوند ڈالو، یعنی شانتی اختیار کرو، تو مصیبت اور بدبختی کے طوفان خواہ کتنے ہی زور شور سے چلیں۔ تمہاری رُوحانی کشتی میں جبکہ وہ زندگی کے سمندر میں چل رہی ہے۔ کسی قسم کی ہلچل یا تباہی پیدا نہیں کر سکتے۔

اعتقاد یا بھروسہ کی طاقت سے ہر ایک پائدار کام پُورا ہو سکتا ہے۔ رُوح اعظم یعنی خُدا پر بھروسہ رکھنا، قانونِ عظیم پر بھروسہ رکھنا، اپنے کام پر بھروسہ رکھنا، کہ ہم اس کام کو بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ تمہاری کامیابی حاصل کرنے کا اور اپنے کام میں ثابت قدم رہنے کا یہی بنیادی پتھر ہونا چاہیئے۔

پس اے ناظرین! ہر ایک شے کو چھوڑ کر اس بے خطر یقین کے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ اس قسم کا یقین یا اعتقاد انسان کو خوشی۔ کامیابی امن اور طاقت پہنچانے میں اور اس کی زندگی کو رنج و مصائب سے برّی رکھنے اور اعلےٰ تر بنانے میں طلسم اور جادُو کا کام رکھتا ہے۔ اس قسم کی بُنیاد پر جو عمارت قائم کی جائے گی، وہ نہایت پختہ ہوگی، اور ہمیشہ کے لئے قائم رہے گی۔

اگر تم اس یقین پر جمے رہو گے، تو تم میں ایسی رُوحانی طاقت آجائے گی کہ تم تمام بدی کی قوتوں اور مصیبتوں کو جو تم پر عائد ہوں گی۔ شیشے کے کھلونوں کی طرح چکنا چُور کر دو گے، اور تمہیں ایسی عمدہ کامیابی حاصل ہوگی۔ جو اُس شخص کے خواب و خیال میں بھی نہیں آ سکتی۔ جو صرف دُنیاوی نفع کی آرزو رکھتا ہے۔

اگر تم میں اس قسم کا یقین ہے تو تمہیں اپنی آئندہ کی کامیابی یا ناکامی کا فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کامیابی تم کو ضرور نصیب ہوگی۔ تمہیں اچھے یا بُرے نتیجوں کا کبھی تردد کرنے کی کوئی حاجت نہیں، بلکہ تم خوشی اور اطمینان سے کام کیئے جاؤ، اور یہ جان لو کہ نیک خیالات اور نیک کوششوں سے ضرور نیک نتائج وقوع میں آئیں گے۔

مجھے ایک عورت کا حال معلوم ہے کہ اُسے بہت سی قسم کی خوشی اور نعمتیں حاصل ہوئیں، اور حال میں ایک دوست نے اُس سے کہا۔ "آہا! تم بڑی خوش نصیب ہو۔ تمہیں صرف کسی چیز کی آرزو کرنے کی دیر ہے اور وہ چیز جھٹ تمہیں مل جاتی ہے۔" فی الحقیقت ظاہر میں تو ایسا ہی معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اصل میں تمام برکت جو اُس عورت کو نصیب ہوئی ہے، وہ سب اُس کی اندرونی خوش طبعی اور نیک نیتی کا باعث ہے۔ سچ پوچھو، تو یہ عورت اپنی زندگی بھر اپنی اندرونی حالت کو نیک بنانے اور کمال کو پہنچنے کی کوشش کر رہی ہے۔ صرف چاہنے یا کسی چیز کی آرزو ظاہر کرنے سے تو سوائے مایوسی کے اور کچھ نہیں ملتا۔ عمدہ زندگی ہی بسر کرنے کا قوی اثر ہوتا ہے۔ بے وقوف چاہتے ہیں اور بڑبڑاتے رہتے ہیں، عقلمند کام کرتے ہیں اور ثمرہ کے منتظر رہتے ہیں، اور اس عورت نے کام کیا تھا۔ اندر بھی اور باہر بھی۔ لیکن خاص کر اپنے قلب اور روح کو سُدھارا تھا۔ اور اُس نے اپنی روح اور ہمت کے غیر مرئی ہاتھوں سے اعتقاد، اُمید، خوشی، جانثاری اور محبت کے ذریعہ روشنی کا ایک خوشنما اور عمدہ مندر بنایا تھا، اور اس مندر کی پُرنور شعاعیں ہمیشہ اس کے چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ شعاعیں اُس کی آنکھوں میں نمایاں تھیں۔ اُس کے چہرے پر نمودار تھیں۔ اس کی آواز میں تھر تھر کرتی یا لرزتی تھیں، اور جو لوگ اس عورت کے سامنے آتے تھے، اُن پر ان شعاعوں کا جادو نما اثر پڑتا تھا۔ اور وہ جھٹ اُس کے گرویدہ خاطر ہو جاتے تھے۔

اور جیسا اس عورت کا حال ہے، ایسا ہی تمہارا حال ہے۔ تمہاری کامیابی، تمہاری ناکامی، تمہارا رُعب داب اور تمہاری کُل زندگی کے کام تمہاری حالت میں اس اَمر کی شہادت ہیں کہ تمہارے نفس میں کس قسم کے خیالات کا میلان ہے۔ اگر تم شفقت آمیز، بے عیب اور خوشی کے خیالات ظاہر کرو گے، تو تمہیں نعمتیں اور برکتیں میسر آئیں گی، اور تمہیں اطمینان اور دلجمعی حاصل ہوگی۔ برعکس اس کے اگر تم مکروہ، ناپاک اور ناخوشی کے خیالات کا اظہار کرو گے، تو تم پر لعنتوں کی بوچھاڑ پڑے گی، اور تمہارے دل پر خوف اور بے قراری کی حالت طاری ہوگی۔ تم خود ہی اپنی بُری یا اچھی قسمت کے بنانے والے ہو، ہر لمحہ تم ہی سے اس قسم کی تاثیریں یا خیالات ظاہر ہوتے ہیں۔ جن سے تمہاری زندگی سُدھر جاتی ہے یا بگڑ جاتی ہے۔ اپنی طبیعت کو وسیع، محبت آمیز اور بے غرض بناؤ۔ اس سے تمہارا رُعب دیر تک رہے گا اور تمہیں مستقل کامیابی حاصل ہو گی۔ گو تمہارے پاس روپیہ کچھ بھی جمع نہ ہو، اور تم اپنی طبیعت کو خود غرضی کی چار دیواری کے اندر محدود رکھو گے۔ گو تم لکھ پتی یا کروڑ پتی کیوں نہ ہو، تو تمہارا زیادہ سے زیادہ اقتدار بھی کچھ وسعت نہ رکھے گا، اور تمہیں کچھ بھی کامیابی حاصل نہ ہو گی ——— پس تم اپنے میں یہ پاک وصاف اور بے غرضانہ طبیعت پیدا کرو، اور پاکیزگی اور اعتقاد سے کام کرنے کے علاوہ اپنے نیک ارادے میں مستقل رہو۔ ایسا کرنے پر تمہارے اندر سے ایسی باتیں اُبھیں گی یا ایسے اصول نمایاں ہوں گے، جن سے تمہیں کامل صحت، اور پائدار کامیابی ہی حاصل نہ ہو گی بلکہ تمہاری عظمت اور طاقت عروج پر ہو گی۔